

5502

mm

$$\begin{array}{r} 15 \times 20 \\ \hline 300.00 \\ 20 - 300.15 \\ \hline 100 \\ 100 \\ \hline 200 \end{array}$$

$$\begin{array}{r} 15 \\ 20 \\ 5 \end{array}$$

DATE LABEL

[illegible]

Call No.....

Date.....

Account No.....

J. & K. UNIVERSITY LIBRARY

This book should be returned on or before the last stamp
An overdue charges of 6 nP. will be levied for each day.
kept beyond that day.

1577

انتخابات میر غالب



ترمیم شدہ
(دوسرا ادیشن)
۱۹۵۳ء

ترمیم شدہ
(دوسرا ادیشن)
۱۹۵۳ء

حزب قبیله بر شعبہ اردو - علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
مع خواشی و سوارخ و تبصرہ شعراء
سید ظہیر الدین علوی ایم ایچ اے شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
لیکچرر کیمپس
سول کالون حامد بلڈنگ - دیوبند (پنجاب) پاکستان

41
9341ع.

ك

~~891.431
9341 ع~~

عنوان

102 (340) Board Hut

اتخابات میر وغالب



مستطاب اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(دوسرا ترجمہ شدہ ادب)

مع حوائی و سوانح و تبصرہ

سید ظہیر الدین علوی ایم اے پیکر از شعبہ اردو

پیشکش مکمل و سول لائن حامد بلذنگ علی گڑھ

(مستطاب اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

فہرست

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	غزلیات تیر	۳
۲	غزلیات غالب	۱۱
۳	سوانح و تبصرہ تیر	۹
۴	غالب	۲۸


ALLAMA IQBAL LIBRARY

34308

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No. 34308
72-X-60
SPANGAR

ST 01

۱۴

Cet

غزلیات میر

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
میں وہ رونے والا جہاں چلا ہوں
مجھے کام رونے سے اکثر ہے نا صبح
بس اے گریہ آنکھیں تری کیا نہیں ہیں
مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے
تویوں گالیاں غیر کو شوق سے دے

(۱)

تو ہم سایہ کا ہے کو سوتا رہے گا
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا
جہاں کو کہاں تک ڈوتا رہے گا
جس کا بھی جو ہوش کھوتا رہے گا
ہیں کچھ کہے گا تو پوتا رہے گا

بس اے میر مرگیاں سے پوچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہے گا

(۲)

سحر عید میں دور سبوتھا
غلط تھا آپ سے غنا فل گزنا
گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا
کرو گے یاد باتیں تو کہو گے
جہاں پر ہے فرمانے سے ہمارے

پر اپنے جام میں تجھ بن لہو تھا
نہ تجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا
جلد دیکھا تہ صہ تیرا ہی رو تھا
کہ کوئی دفتہ بسیار گو تھا
دماغ عشق ہم کو بھی کبھو تھا

مگر دیوانہ تھا گل بھی کسو کا
کہیں کیا بال تیرے کھل گئے تھے

کہ پیراہن میں سو جا کر رہا تھا
کہ جھونکا باد کا کچھ مشک بو تھا

نہ دیکھا میرا آوارہ کو لیکن
غبار اک ناواں سا کو بکو تھا

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
ہوش جاتا نہیں رہا لیکن
صبر تھا ایک نو نس ہجران
دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
عشق کو جو صلہ ہی شرط ار نہ
جی میں کیا کیا ہی اپنے ہمد

(۳۴)

ہوا آتا ہے جب نہیں آتا
جب وہ آتا ہی تب نہیں آتا
سو وہ مدت سیاب نہیں آتا
گر یہ کچھ بے سبب نہیں آتا
بات کا کس کو ڈھب نہیں آتا
پر سخن تا بلب نہیں آتا

دور بیٹھا غبار میرا اس سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
حسن تھا تیرا بہت عالم فریب
دل نہ پہنچا گوشہ داماں تلک

(۳۵)

دم کے جانے کا نہایت غم رہا
خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا
قطرہ خوں تھا قرہ پر جسم رہا

سننے ہیں لیکن کے خیمہ کو سیاہ
جامد احرام زائد پر نہ جا
اس کے لیے تلخ ہم سننے سے
میرے دوست کی حقیقت جس میں تھی

اس میں مجنوں کا دسے ماتم رہا
تھا حرم میں ایک نامحسب ہم رہا
ایسے حق میں آبِ حیات سم رہا
ایک مدت تک وہ کا غم نہ رہا

صبح پیری شام ہونے آتی میر
تو نہ چیتا یہاں بہت دن کم رہا

(۵)
قدر رکھتی نہ تھی مستعار دل
دل کہ یک قطرہ خوں نہیں ہر تیش
سب پہ جس بار سے گرائی کی
دل بچھے اس ٹھگی میں لے جا کر
ابتدا ہی میں مر گئے سب یار

سارے عالم کو میں دکھا لایا
ایک عالم کے سر بلا لایا
اس کو یہ ناتواں اٹھسا لایا
اور بھی خاک میں ملا لایا
عشق کی کون اتھسا لایا

اب تو جاتے ہیں بت کرے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

(۶)
نالہ مرا اگر سبب شور و شرم ہو

پھر مر چکی جائے تو کسو کو خبر نہ ہو

۱۔ جامد احرام۔ وہ کپڑے جو حج کرتے وقت پہنے جاتے ہیں مراد پاکی سے۔
آب حیات۔ مراد آبِ حیات۔ سم۔ زہر

دل پر ہوا سو آہ کے صدر سے ہو چکا
 بر چھی سی یار عرش کی گزری عاقبت
 سمجھا ہوں تیری آنکھ چھپانے سے خوش نگاہ
 کھینچے دل کو زلف سے گاہ سے گاہ
 سو دل سے کھلی نہ کام چار اس کے عشق میں
 جس راہ ہو کے آج میں پہنچا ہو تھک
 یکجا نہ دیکھی آنکھوں سے ایسی تمام راہ
 ہر اک قدم پہ لوگ ڈرانے لگے اچھے
 چلیو سنبھل کے سب شہیدان عشق ہیں

ڈرتا ہوں یہ کہ اب کہیں ٹکڑے جگر نہ ہو
 آہ سحر میں میری کہاں تک اثر نہ ہو
 بد نظر یہ ہے کہ کسی کی نظر نہ ہو
 حیراں نہ ہوئے کوئی تو اس طرز پر نہ ہو
 اک آنکھوں ہوں میں تو کہ دھڑکے نہ ہو
 کافر کا بھی گزارا الہی ادھر نہ ہو
 جس میں بجائے نقش قدم چشم تر نہ ہو
 ہاں ہاں کسو شہید محبت کا سر نہ ہو
 تیرا گزار تاکہ کسو نقش پر نہ ہو

اٹھ جائے رسم نالہ و آہ و فغان سب
 اس تیرہ روز گار میں تو میرا گرنہ ہو

ہستی اپنی جناب کی سی ہے
 ناز کی اس کے لب کی کیا کہے
 چشم دل کھول اس بھی عالم پر
 بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
 نقطہ خال سے ترا ابرو
 میں جو بولا کہسا کہ یہ آواز
 آتش غم میں دل بھنا شاید
 دیکھنے ابر کی طرح اب کے

(۷۰)

یہ نالش سراب کی سی ہے
 پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
 یاں کی اوقات خواب کی سی ہے
 حالت اب اضطراب کی سی ہے
 بیت اک انتخاب کی سی ہے
 اسی خانہ خراب کی سی ہے
 دیر سے ہو کباب کی سی ہے
 میری چشم پر آب کی سی ہے

میسراں نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

رنج و محنت کمالِ راحت ہے
دل آزرده گر سلامت ہے
ہر طرف کو چہ جراحات ہے
کسو حسرت کی دل رخصت ہے
قد و قامت ترا قیامت ہے
دل پہ میرے عجب مصیبت ہے
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے
شمع مجلس کی رونی صورت ہے
دیدہ تر کو میرے رحمت ہے
ہر طرف حرف ہی حکایت ہے

(۸)

نالہ عجز نقص الفت ہے
تا دم مرگ غم خوشی کا نہیں
دل میں ناسور پھر جبرِ چاہ ہے
رونا آتا ہے دم بدم شاید
فتنے رہتے ہیں اس کے سایہ میں
نہ تجھے رحمت ہے اسے ملگھر
تجھ کو مسجد ہے مجھ کو مینا نہ
ایسے منس مکھ کو شمع سی شبیہ
ابر تر کے حضور پھوٹ بہا
تربت میسر پر ہیں اہل سخن

تو بھی نقیبِ فاتح سے چل
بجدا واجب الزیارت ہے

تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
دک بے قرار رکھتے ہیں

(۹)

آرزوئیں ہزار رکھتے ہیں
برق کم حوصلہ ہے ہم بھی تو

غیر ہر موردِ عنایت ہائے
نہ نگہ نے پیام نے وعدہ
ہم سے خوش زمرہ کہاں یوں تو
جوئے دل کے ہیں تباہ متہور

ہم بھی تو تم سے پیار رکھتے ہیں
نام کو ہم بھی پیار رکھتے ہیں
لب و لہجہ ہزار رکھتے ہیں
بس یہی اعتبار رکھتے ہیں

پھر بھی کرتے ہیں تمہیں صاحبِ عشق
ہیں جواں اختیار رکھتے ہیں

خم ہوا قد کہاں سا پیر ہوئے
اب نہ حسرت رہی مرنے تک
میں ہی درویشِ خوار و زار نہیں
ہے شرارت کا وقت عہدِ شباب
گھر کو اس کے خراب ہی دیکھا
شور جن کے سرس میں عشق کا تھا
یاں کی خلقت کی زبانِ الٰہی
ہوئے ہم نظیری سے یوں تو

(۱۰)

سو ہم اس کے نشان تیر ہوئے
ہو ہم گل میں ہم اسیر ہوئے
عشق میں بادِ شہِ فقیر ہوئے
تم لڑکین ہی سے پھر رہا ہوئے
جس کے چشمِ دل شیر ہوئے
ہے جواں ساکے پائے گیر ہوئے
کہتے ہیں اندھوں کو بھیر ہوئے
شعر کے فن میں اب نظر ہوئے

بات کا ہم سے ان کو کب ہے دماغ
میر درویشی میں امیر ہوئے

۱۰۔ مشیر مشورہ دینے والا ۱۱۔ نظیری۔ فارسی کا ایک مشہور شاعر ہے۔

دوستی مدنی جسانی تھی
 کبھو ہم پر بھی ہربانی تھی
 سوچنا تب تھا جتنی تھی
 کچھ عجب طور کی کہانی تھی
 یہ بلا کوئی ناگہانی تھی
 اسی میں اہل کی زندگانی تھی

(۱۱)

یاد بن تلخ زندگانی تھی
 لطف برداشت ہم نشین مت جا
 شیب میں فائدہ تال سمجھا
 میرے قہقہے سے سب کی ہنسیاں
 عاشقی جی ہی لے گئی آخر
 کوئے قاتل سے پنچ کے نکلا خضر

فقر پر بھی تھا میرے اک رنگ
 کفنی پہنی سو زلف سرائی تھی

(۱۲)

واں یہ عاجز پیام ہوتا ہے
 کیسا خط و پیام ہوتا ہے
 روزان کا بھی شام ہوتا ہے
 اپنا کھانا حرام ہوتا ہے

جس جگہ دور جسام ہوتا ہے
 ہم تو اک حرف کے نہیں مہنوں
 پوچھ مت آہ عاشقوں کی معاش
 زخم بن غم بن اور غصے بن

میر صاحب بھی اس کے ہاں قہقہے پر
 جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

(۱۳)

جو جفا کار تجھ سے یار کیا
 یاں وہی ہی جو اختیار کیا
 تیری زلفوں کا ایک تار کیا

دشمنی ہم سے کی زمانے نے
 یہ تو ہم کا کار خسانہ ہے
 صدر گجاں کو تاب دے باہم

ہم فقیروں سے بے ادائی کیا | آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا
سخت کا فر تھا جس نے پہلے میر |
مذہب عشق اختیار کیا



عزلیا غائب

(۱)
کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا
عشق سے طبیعت نے زینت کا مڑا پایا
دوست دار دشمن ہی اعتماد دل معلوم
غیر پھر لگا کھلنے۔ آج ہم نے اپنا دل
حال دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی

دل کہاں کہ گم کیجئے ہم نے مدعا پایا
درو کی دوا پائی۔ درد سے دوا پایا
آہ بے اثر و نیکی۔ نالہ نارسا پایا
خوں کیا ہوا دیکھا۔ گم کیا ہوا پایا
ہم نے بار بار دھونڈا تھا تم نے بار بار پایا

شور پند ناصح سے۔ زخم پر نمک چھڑکا
آپ سے کوئی پوچھے۔ غم نے کیا مڑا پایا

(۲)
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے؟ اگر اعتبار ہوتا
کبھی تو نہ توڑ سکتا۔ اگر استوار ہوتا

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
ترے دے پر ہی ہم۔ تو یہ جان۔ جھوٹ جانا
تری ناز کی سے جانا۔ کہ بندھا تھا عجز ہوا

لے زینت۔ زندگی۔ سہ دوست دار دشمن۔ دشمن کو دوست رکھنے والا۔ سہ استوار۔ مقبوط۔

کوئی میرے دل سے پوچھتے تیرے غم کش کو
یہ کہاں کی دستی ہے کہ بنے ہیں دستِ ناصح
رنگِ سنک سے پیکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
غم اگر چہ جاں کش ہے یہ کہاں بھین کہ دل
کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بڑی بلا
اسے کون دیکھ سکتا کہ بیکانہ ہو وہ یکتا

غاش کہاں سے ہوتی ہے جو جگر کے پار ہوتا
کوئی چارہ ساز ہوتا۔ کوئی ٹھکسار ہوتا
جسے غم بہہ رہے ہو یہ اگر شہسوار ہوتا
غم عشق اگر نہ ہوتا۔ غم روزِ کار ہوتا
بکھے کیا برا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں نہ بچار ہوتا

یہ مسائل تصوف! یہ ترانیاں غالب!
سب کچھ ہم ولی سمجھتے۔ جو نہ بادہ خوار ہوتا

عزیزِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جاتا ہوں وارِ محبت ہستی لئے ہوتے
مرنے کی۔ لئے دل۔ اور ہی تیرے گریں
بروئے کشتِ جہت در آئینہ باز ہے
واکرو یہ میں شوق نے بند تھا بے سن
گو میں رہا۔ رہن ستم ہائے روزِ کار
دل سے ہوائے کشت و فادہ گئی گرا

(۳۷)

جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
ہوں شمع کشتہ در خورِ محفل نہیں رہا
شایانِ دست و بازوئے قابل نہیں رہا
یاں اختیارِ ناقص و کامل نہیں رہا
غیر از نگاہِ اب کوئی حال نہیں رہا
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
حاصلِ سوائے محبت حاصل نہیں رہا

پیداؤ عشق سے نہیں درتا۔ مگر۔ اسد
جس دل پہ ناز تھا۔ مجھے وہ دل نہیں رہا

لے تیرے غم کش۔ وہ تیرے چھوڑے وقت کا انداز ہے پورا نہ کہیں پاس۔ لے جاں کش
جان کو کھلانے والا لے در خور۔ دخل لے۔ شمش جہت۔ پچھ سمجھیں پچھ کشت و فادہ

جو رے باز آئے پر باز آئیں کیا؟
رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
لاگ ہو۔ تو اس کو ہم سمجھیں۔ لگاؤ
ہو لئے کیوں نامہ ہر کے ساتھ ساتھ
موج خوں۔ سر سے گزری کیوں نہ جائے
مگر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ

(۴)

کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلا میں کیا؟
ہو رہی تھی کچھ نہ کچھ۔ گھیس میں کیا؟
جب نہ ہو کچھ کچھ۔ تو دھوکا کھائیں کیا؟
یارب۔ اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا؟
آستانِ یار سے اکھ جائیں کیا؟
مر گئے پر دیکھئے دکھلا میں کیا؟

پوچھتے ہیں وہ کہ "عالم کون ہے؟"
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلا میں کیا؟

(۵)

دیوانگی سے دوش پہ زنا بھی نہیں
دل کو نیازِ حسرت و پیدار کر چسکے
منا ترا اگر نہیں آساں۔ تو سہل ہے
بے عشقِ عمر کٹ نہیں سکتی ہے۔ اور یہاں
شورِ پید کی کے ہاتھ سے۔ ہی سربالِ دوش
گنجائشِ عداوتِ اغیار اک طرف ہے
دل میں ہی یار کی صفِ مژگان سے روکشی
اس سادگی پہ کون نہ مرنے لے خدا

یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں
دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں
دشوار تو یہی ہے۔ کہ دشوار بھی نہیں
طاقت بہ قدر لذتِ آزار بھی نہیں
عمر میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں
یاں کی میں جموتِ ہوس یار بھی نہیں
حال آں کہ طاقتِ خلشِ خار بھی نہیں
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لے لوگ۔ دشمنی لے۔ لگاؤ۔ محبت سے زنا۔ دھوکا۔

مراد۔ جینو۔ لے۔ شور پید کی۔ دیوانگی۔ روکشی۔ مقابلہ۔

دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بار بار
دیوانہ گر نہیں ہے تو ہر شیاء بھی نہیں

کوئی امید پر نہیں آتی
موت کا ایک دن معین ہے
آگے آتی تھی حالِ دل پر ہنسی
جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
داغِ دل گر نظر نہیں آتا
ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو کھی
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی

(۵۱)

کوئی صورت نظر نہیں آتی
نہیں کیوں رات بھر نہیں آتی
اب کسی بات پر نہیں آتی
پر طبیعتِ اودھر نہیں آتی
ورنہ کیا پاست کر نہیں آتی
تو بھی اے چارہ گر نہیں آتی؟
کچھ ہماری خبر نہیں آتی
موت آتی ہے پر نہیں آتی

کہے کس منہ سے جاؤ گے غالب؟
شرمِ تم کو مگر نہیں آتی

(۵۲)

دلِ نادان تجھے ہوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ پیرار
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
یہ بری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟
شکن زلفِ عنبریں کیوں ہے؟

میں نے
کچھ
نہیں
کہا
تجھے
میں
نہیں
کہا
تجھے

آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
یا الہی یہ ماجرا کیا ہے؟
کاش بوجھو کہ "دعا کیا ہے؟"
پھر یہ ہند گامہ لے خدا کیا ہے؟
غزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
نگہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟

بزرگ و گل کہاں سے آئے ہیں؟
ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
ہاں بھلا کر۔ ترا بھلا ہو گا
جان تم پر نشانہ کرتا ہوں

ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟
جو نہیں جانتے۔ وفا کیا ہے؟
اور درویش کی صدا کیا ہے؟
میں نہیں جانتا۔ دعا کیا ہے؟

میں نے مانا کہ کچھ نہیں۔ غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے؟

ہر اک بات پر کہتے ہو تم کہ "تو کیا ہے"
نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا
یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہی ہم سخن تم سے
چپک رہا ہی بدن پر لہو سے پیرا ہن
جلا ہی جسم جہاں۔ دل بھی جل گیا ہو گا
رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
وہ چیز جس کے لئے ہم کو ہو بہشت عزیز
پیوں شراب الرخم بھی دیکھ لوں دو چار
رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی

تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تندر خو کیا ہے
وگر نہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے
کریدنے ہو جواب را کھ جستجو کیا ہے
جب آنکھ ہی سونہ چمکا تو پھر لہو کیا ہے
سوائے باد گل فام مشکبو کیا ہے
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
تو کس امید پہ کہنے کہ "آرزو کیا ہے"

ہوا ہے شہ کا مصاحب بھرے ہی اترانا
وگر نہ شہر میں غائب کی آبرو کیا ہے

(۹)

حسن مند۔ گرچہ یہ ہنگام کمال۔ اچھا ہے

اس سے میرا منہ خوشید جمال اچھا ہے
اور بازار سے آئے اگر ٹوٹ گیا

ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے
بے طلب دیں۔ تو مرا اس میں سوا ملتا ہے

وہ گدا۔ جس کو نہ ہو خوشی سوال اچھا ہے
ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہی منہ پر رونق

وہ کھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
دیکھے۔ پاتے ہیں عشاق یوں سے کیا قیض

اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ "سفال اچھا ہے"
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے

کام اچھا ہے وہ جس کا کار مال اچھا ہے

ہم کو معلوم ہے حقیقت کی حقیقت۔ لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال چھا ہے

(۱۰)

جائے اچھوں کو جتنا چاہئے
عجبستار رنداں سے واجب ہی حذر

یہ اگر چاہیں۔ تو پھر کیا چاہئے
جائے اپنے کو کھینچا چاہئے

سفال رشتی کا بیالہ ہوا۔ پھر وہ۔ حذر پر میر علی کی تہ جائے مرنے کو کھینچا جائے
کھینچا جائے یہاں۔ دوسری میں مستعمل ہو ایک معنی معروف جوئی کشیدن کا ترجمہ ہے دوسرے معنی پر مبنی کرنا۔

چاہئے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل
چاک مت کر جیب بے آیام گل
دشمنی نے میری۔ کھویا غیسر کو
منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
قافل۔ ان مہ طلعتوں کے واسطے

یارے اب اس سے بھی سمجھا چاہئے
کچھ اُدھر کا بھی اشارہ چاہئے
کس قدر دشمن ہی؟ دیکھا چاہئے
ناامیدی اس کی دیکھا چاہئے
چاہئے والا بھی اچھا چاہئے

چاہئے ہیں خوب رویوں کو۔ اس
آپ کی صورت تو دیکھا چاہئے

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی؟
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں؟
کچھ توڑے اسے فلک نا انصاف
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے

میری وحشت۔ تری شہرت ہی سہی
کچھ نہیں ہے۔ تو عداوت ہی سہی
اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی
غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی
نہ سہی عشق۔ مصیبت ہی سہی
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
بے نیازی تری عادت ہی سہی

یار سے چھڑ چلی جائے
گر نہیں وصل۔ تو حسرت ہی

(۱۳)

اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

کوئی دن گر زندگانی اور ہے

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں
بارہا دیکھی ہیں ان کی رہنمائی
وہ خط منہ دیکھتا ہے نامہ
قانع اعمار ہیں اکشر نجوم

سوز غم بائے نہانی اور ہے
بر کچھ اب کے سرگرائی اور ہے
کچھ تو پیغام نہانی اور ہے
وہ بلائے آسمانی اور ہے

ہو چکیں غالبِ بلا میں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

ابن مریم ہوا کرے کوئی
شرع و آئین پر مدار سہی
چال جیسے گڑی کہاں کا تیر
بات پر وہاں زبان کھتی ہے
بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
نہ سنو گر برا کہے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی
کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
کیا کیا۔ خضر نے سکندر سے؟

(۱۳)

میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی
دل میں ایسے کے جا کرے کوئی
وہ کہیں۔ اور سنا کرے کوئی
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی
کس کی حاجت روا کرے کوئی
اب کسے رہنا کرے کوئی

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیوں کسی کا گدہ کرے کوئی

ایہ اعمار جمع عمر کی قاطع اعمار۔ مار ڈالنے والا۔ ہلکے سے نجوم جمع نجم یعنی ستارہ۔ سہ بلا آسمانی مراد
ستھائے معشوق۔

سوانح و تبصرہ شعراء

میر محمد تقی میر

میر تقی اردو شاعری میں ممتاز و درجہ رکھتے ہیں۔ وہ غزل گو شعراء کے
 سر تاج ہیں۔ میر کی زندگی کے حالات اب سے چند سال پہلے تک بحث طلب
 اور اختلافی تھے۔ لیکن ان کی خود نوشتہ سوانح میری "ذکر میر" کی استاعت
 سے بہت سے تصفیہ طلب مسائل طے ہو گئے۔ جدید ترین تحقیقات کی بناء
 پر ان کی پیدائش اکبر آباد (اگرہ) میں ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ والد کا نام
 محمد علی تھا جو ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ میر صاحب نے تصوف کی تعلیم
 ان سے ہی حاصل کی اس لئے بچپن سے درویشوں اور صوفیوں کی صحبت
 پسند ہوئی۔ بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا۔ سو تیلے بھائیوں اور
 عزیزوں نے ان کے ساتھ محبت کا سلوک نہیں کیا۔ اس لئے دل برداشتہ

ہو کر دہلی چلے آئے۔ اور اپنے عزیز سراج الدین علی خاں آرزو کے پاس رہنے لگے۔ خان آرزو فارسی اور اردو کے زبردست شاعر تھے اور اردو کے اکثر شاعران کے شاگرد تھے۔ اس ماحول میں میر صاحب کو بھی شعر گوئی کا شوق ہوا، اور دہلی سے اس کا آغاز ہوا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد خان آرزو سے ان بن ہو گئی اور یہ زمانہ ان پر بہت سخت گزارا تلاش معاش میں ورید پر بھٹکتے پھرے۔ آخر کار دہلی کو الوداع کہا اور نواب آصف الدولہ کی طلب پر لکھنؤ چلے گئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ میں بھی تیرہ بجتی نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آخر عمر نہایت عسرت اور تنگدستی میں بسر ہوئی۔ ذکر میر کے خاتمہ کی عبارت پڑھنے سے آج بھی دل بھر آتا ہے۔ میر صاحب اپنے آلام اور مصائب کا ذکر کرتے ہوئے درد ناک انداز میں مرنے کی تمنا کرتے ہیں۔ ان کی یہ آرزو سن ۱۲۲۵ھ میں پوری ہوئی۔ لکھنؤ میں ہی دفن ہوئے لیکن مرنے کے بعد بھی یہ بد نصیبی قابل غور ہے کہ ان کے مزار کا پتہ نہیں۔ بعض لوگوں نے بزرگوں کی ولایات سن کر آغا میر کی ڈیوڑھی میں ایک چوترے پر ان کا مزار بنا دیا ہے۔ ان کے کلام کو جو شہرت اور قبول عام حاصل ہوا وہ اردو شاعری کی تاریخ میں اور کسی کو نصیب نہیں۔

ان کے کلام کی سب سے بڑی خوبی سادگی ہے۔ زبان سادہ اور بیان سادہ کا جو نمونہ ان کے کلام میں ملتا ہے۔ وہی سہل متمتع ہے اس وصف خاص میں کسی شاعر کا کلام ان سے باندی نہیں لے جاسکا، لیکن

اس سادگی نے کلام کو پھیکا اور بے مزہ نہیں کیا۔ جوش ان کی شاعری کی دوسری نمایاں خصوصیت ہے۔ اور اسی لئے ہر شعر تاثیر میں ڈوبا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب نے ان کے کلام پر رائے دیتے ہوئے صحیح لکھا ہے کہ ان کا کلام تیز زشتی کی طرح ہے جو فوراً دل کی گہرائی میں پہنچ کر کھٹکنے لگتا ہے، ان کی تمام زندگی آلام و مصائب میں گزری تھی اس لئے قدرتی طور پر یاس و حسرت کے مضامین ان کے کلام میں بکثرت ہیں دنیا کے بے ثباتی اور ناپائیداری کے جیسے نادر مضامین ان کے یہاں ملتے ہیں اور کہیں نہیں پائے جاتے۔ تصوف سے گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے عشق حقیقی اور معرفت الہی کے مضامین ان کے کلام میں اور بھی گرمی اور تیزی پیدا کرتے ہیں۔ ان مضامین میں بھی سولے ایک خواجہ میر درد کے کوئی ان کے پایہ کو نہیں پہنچتا۔ شاعری میں ان کے ان کمالات کو قدیم و جدید شاعروں نے تسلیم کیا ہے۔ اس اعتبار سے اپنے کلام کے متعلق ان کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی۔

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز تاحشر جہاں میں مراد یوں ہے گا
 تمیر کی شاعری اپنی بعض خصوصیتوں کی وجہ سے اردو زبان میں نہ صرف ممتاز حیثیت رکھتی ہے بلکہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

خصوصیت (۱) الفاظ کا صحیح استعمال اور ان کی خاص ترتیب و ترکیب زبان میں موسیقی پیدا کر دیتی ہے۔

(۲) پیرایہ بیان عمدہ ہونے کی وجہ سے شعر کا رتبہ نہایت بلند ہو جاتا ہے۔

(۳) کلام بے حد پُر درد ہے کہ پڑھنے سے دل پر چوٹ لگتی ہے لیکن لطف سے خالی نہیں۔

(۴) زبان کی فصاحت اور سادگی، سوز و گداز، مضامین کی جدت اور تاثیر یہ ایسی خوبیاں ہیں جو اردو کے بہت کم شعراء میں پائی جاتی ہیں۔

(۵) ان کی شاعری عاشقانہ ہے لیکن کہیں کہیں وہ اخلاقی اور حکیمانہ مضامین کو اپنے رنگ میں ایسی سادگی، صفائی اور خوبی سے ادا کر جاتے ہیں جس پر ہزار بلند پروازیاں اور نازک خیالیاں قربان کر دی جاتیں۔

(۶) ان کا کلام دور از کار استعارات، بعید از قیاس، مبالغہ اور مانوق العادات امور سے پاک ہے۔

(۷) بھونڈے اور بیجا تکلف و تصنع اور فضول لفاظی کا نام نہیں۔

(۸) قلبی واردات اور کیفیات کو نہایت سادہ پیرایہ میں

اور نہایت شستہ اور عفاف زبان میں ایسے دلکش اسلوب سے
بیان کرتے ہیں کہ جو بات وہ کہنی چاہتے ہیں وہ دل میں اتر جاتی
ہے۔

(۹) بلحاظ فصاحت و روانی ان کا کلام سہل و متنوع ہے۔
(۱۰) شاعر کے کلام کا ایک بڑا معیار اس کے کلام کی تاثیر ہے
اگر اس معیار پر تمیز کا کلام جانچا جائے تو ان کا رتبہ اردو شعرا میں سب
سے اعلیٰ نکلے گا۔ کیونکہ ان کے اشعار سوز و گداز اور درد کی مکمل
تصویریں ہیں جو زبان سے نکلتے ہی دل میں جا کر نقش ہو جاتی ہیں۔



مرزا اسد اللہ خاں غالب

نجم الدولہ و بیر الملک نظام جنگ مرزا اسد اللہ خاں جن کا لقب
مرزا نوشہ تھا اردو شاعروں کی صفِ اول میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان
کی ولادت اکبر آباد (آگرہ) میں ۱۷۹۶ء میں ہوئی۔ والد کا نام عبد اللہ
بیگ خاں تھا جو اور میں راجہ بنجا اور سنگھ کی ملازمت میں تھے۔
۱۸۱۸ء میں کسی لڑائی میں کام آئے اور مرزا کو وارغ بھی نصیب ہوا
والد کے انتقال کے بعد چچا نصر اللہ بیگ خاں نے پرورش کی لیکن
ان کا بھی چند سال بعد انتقال ہو گیا۔ ان کی پنشن میں سے مرزا
کو بھی اپنا حصہ ملا۔

مرزا کی شادی نواب الہی بخش معروف کی دختر سے دہلی میں
ہوئی اس تعلق سے دار السلطنت میں آنا جاتا ہوتا رہا۔ اور آخر کار
وہی وطن قرار پایا یہاں شاعری اور ان کے کمالات نے بہت جلد
انہیں بلند ترین مراتب تک پہنچا دیا۔ تا آن کہ ۱۸۵۷ء میں دہلی کے
انتقال کے بعد بہادر شاہ ظفر نے انہیں اپنا استاد مقرر کیا اور علاوہ
خلوت کے پچاس روپیہ ماہوار وظیفہ منظور ہوا ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ انہوں نے اپنی

آنکھوں سے دیکھا اور اس کے چہرے کے سہے اس زمانے میں فکر معاش نے انہیں
بے حد پریشان رکھا اور بار بار امپور کے ماہانہ عطیہ اور قرضہ ہار پر گزر کرتے رہے۔ دوڑ
دھوپ کے بعد نیشن جو زمانہ غدر میں بند ہو گئی تھی دوبارہ جاری ہو گئی۔ ۱۸۶۹ء
میں دہلی میں وفات پائی اور بستی نظام الدین اولیاء میں دفن ہوئے۔

مرزا اردو شاعروں میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو شاعری
کا رشتہ براہ راست فارسی شعرا سے جوڑا۔ اپنے کلام کے پہلے دور میں
وہ اردو شاعری اور شعرا کی روایات سے بالکل بے خبر نظر آتے ہیں اور
فارسی کے مشہور شعراء مثل بیدل و صائب الکیم ظہوری کا اپنی نظم و نثر
میں متبع کرتے ہیں۔ خاص کر مرزا بیدل کا اثر بہت نمایاں ہے۔ اس کے
بعد ایک ایسا دور گزرا کہ اردو کا کلام بہت کم لکھا۔ لیکن ۱۸۵۵ء میں نظم
کی استاد کی کاشف حاصل ہوتے ہی شاعری پر ایک نیا اثر پڑا۔ قلعہ معانی
میں استاد ذوق مرحوم کی بدولت شاہ نصیر کا رنگ مقبول تھا۔ انھیں بھی
وہی انداز اختیار کرنا پڑا۔ لیکن طبیعت غیور اور جدت پسند تھی۔ اس لئے
شاعری میں اپنی شاہراہ بہت جلد الگ نکالی۔

مرزا غالب کے کلام کی سب سے نمایاں خوبی خیال کی بلندی ہے
اس میں جہاں کہیں وہ حد سے تجاوز کرتے ہیں کلام مفلح ہو کر معتم
بن جاتا ہے۔ دور اول میں ایسے نمونے بکثرت ملتے ہیں لیکن جہاں
سلامتی طبع ان کا ساتھ دیتی ہے اور بلند پروازی میں اعتدالی ملحوظ رہتا ہے

وہاں ان کا کلام نادر ہوتا ہے۔ وہ فارسی کے عاشق تھے اس لئے فارسی کی نزاکت اور شیرینی اردو میں منتقل کرنے کی کوشش ہر جگہ نظر آتی ہے۔ بالخصوص بہت سی نئی ترکیبیں اور تشبیہیں جو پہلے پہل انھوں نے استعمال کی ہیں جو اس زبان میں قابل قدر اضافہ ہیں۔ لیکن غالب کے کلام کا اصلی جوہر وہاں کھلتا ہے جہاں وہ دنیا کے حقائق و معارف اور فطرت انسانی کے وسیع مطالعہ سے اپنے تاثرات نظم کرتے ہیں یہی حصہ ان کے کلام کا غیر فانی عنصر ہے۔ اس میں سوز و گداز بھی ہے اور طنز و طعنت بھی، تصوف بھی ہے اور دنیا کے مسائل پر فلسفیانہ اور مفکرانہ غور و فکر بھی، رندی و شاہدی کے مضامین بھی ہیں۔ اور اخلاق پند و نصائح کے دفتر بھی غرض ان کے ساز میں ہر راگ اور راگ میں ہر بول ہے۔ غالباً ایسی جامعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے بعض ناقدین نے دیوان غالب کو ہندوستان کی ایک الہامی کتاب قرار دیا ہے۔

خصوصیات کلام (۱) مرزا کے قصر شاعری کی مستحکم بنیاد ان کی جدت طرازی پر قائم ہے جس میں جدت تخیل، جدت طرز اور جدت تشبیہات، جدت استعارات، جدت الفاظ و غرض کہ ہر قسم کی جدتیں شامل ہیں اور انھیں وجوہ سے پامال مضامین غالب کی خاص طرز اور اسے بالکل نئے معلوم ہوتے ہیں۔

(۲) استعارات کی جدت اور تشبیہات کی ندرت سے غالب کے کلام میں ایک چمن زار نظر آتا ہے۔

(۳) خواجہ حافظ کا سا جوش اگر کسی کے کلام میں ہے تو وہ غالب ہی میں ہے۔

(۴) غالب نے درد و غم، حسرت و تمنا اور یاس و ناکامی کے مضامین میں میر کا تتبع کیا ہے۔

(۵) حسن معانی کے ساتھ ساتھ غالب کا کلام حسن الفاظ، حسن بندش اور حسن ترکیب کا بھی بہترین نمونہ ہے۔

(۶) صنائع بدایع بہت کم ہیں لیکن رعایت لفظی نمایاں ہے۔
(۷) عام اور متبذل تشبیہیں جو عموماً دیگر شعراء کے یہاں پائی جاتی ہیں غالب ان سے بچ کر نکلتے ہیں۔

(۸) متانت اور سنجیدگی کو شوخی اور ظرافت سے ایسا پیوستہ کرتے ہیں کہ دونوں مل کر شعر میں تڑپ پیدا کرتے ہیں۔

(۹) اُن کی طرزِ ادا میں ایک خاص شے مضمر رہتی ہے اور کلام کا پہلو ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں کچھ مفہوم ہوتا ہے، مگر غور کرنے کے بعد دوسرے معنی نہایت لطیف پیدا ہوتے ہیں اور ایسی خصوصیت کو معنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۱۰) وہ اپنے اشعار کے ذریعے سے اپنی دلی کیفیات اپنا کلام پڑھنے والوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً ان کی حیران کن

ہجوم ناامیدی مصائب سعی لا حاصل، دنیا سے تنفر و بیقراری وغیرہ۔
 (۱۱) مرزا ایک بہت بڑے فلسفی تھے، اور ان کے اشعار اکثر حقائق، فلسفہ کو آسانی اور سادگی سے ظاہر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا رموز و حقائق تصوف سے پوری طرح واقف اور فرقہ بندی اور مذہبی تعقبات سے بالکل آزاد ہیں۔

(۱۲) مرزا کی شاعری میں گو کہ مایوسی اور درد کی کثرت ہے لیکن پھر بھی طبعی ظرافت اور شوخی اکثر نمایاں ہو جاتی ہے۔ مگر ان کی ظرافت کبھی حد اعتدال سے نہیں بڑھتی اور متین سے متین آدمی اس سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔



چند اردو کی مفید کتابیں

(یہ کتب خانہ عرصہ دراز سے علی گڑھ میں قائم ہے۔ اگر آپ کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی کتب خانہ Syllabus
NOTES (نوٹس) یا کوئی اطلاع درکار ہو تو ہمارے کتب خانہ سے خط و کتابت کریں۔)

بچوں کی تربیت	خزینہ معلومات
علم خانہ داری (ترمیم شدہ)	مخزن ادب
زنانہ دستکاری ترمیم شدہ	حسن انتخاب
رہبر تندرستی	نقوش ادب
تعلیمی نفسیات کے نئے زاویے	شرح نقوش ادب
گلدستہ مضامین و انشایہ داری	منتخبات نظم اردو (ترمیم شدہ)
دہلی کا ایک یادگار شاہی مشاعرہ	ابتدائی نصاب اردو برائے بی اے حصہ سوم
دیوبند بہادر شاہ ظفر (مع قدیم اساتذہ)	انسان کی لہائی جڑیا کی زبانی
کی اصلاحیں و ادبی لطائف و	احسن القصص مکمل ہر دو حصہ
ظرافت و غیرہ	بچوں کی نئی نظمیں حصہ اول ۸ حصہ دوم ۸
لکھنؤ کا ایک یادگار شاہی مشاعرہ	القبومہ (سند و ستان کی جری یونی و غیرہ)
بہار و اجاد علی شاہ اختر	نظری آسان سوکس CIVIC
نظم آخر یعنی آگرہ ۱۸۳۱ء و	نصاب فارسی (دہائی اسکول)
۱۸۶۷ء تک کی ادبی محبتیں	انشائے فارسی جدید حصہ اول دوم فی حصہ
سوانح حیات - سند و ستان کے مایہ ناز	سخن نو حصہ اول دوم حصہ سوم
اہل قلم کے حالات	شرح سخن نو حصہ اول
احسن الانتخاب میر و غالب کی منتخب	گلہائے بہار (منتخب کلام)
غزلیات و حالی کی رباعیات و قطعات	شعرا و فارسی جدید
کا انتخاب مع قواعد علم عروض و بیانات	شرح انتخاب گلستان و بوستان
اردو زبان اور ادب	برائے بی اے پارٹ فرسٹ
کتاب الحقوق و کتاب الصدق از احبار العلوم	شرح شعری برائے بی اے
مع مختصر حالات امام غزالی و حواشی مشتمل	شرح نشر برائے بی اے
بر مقدمہ و غیرہ	بیوہوی نذیر احمد کی کہانی کچھ میری
اردو کا نیا آسان قاعدہ	کچھ ان کی زبانی
عربی کا نیا آسان قاعدہ	جمہوریہ سندھ ۱۹۵۱ء کا ڈیٹیشن
ہندی کا نیا آسان قاعدہ	ہائی اسکول آسان سوکس ۱۹۵۴ء کا ڈیٹیشن

ملنے کا پتہ: ایجوکیشنل بک ہاؤس سول لائن حامد بلدنگ علی گڑھ



**ALLAMA
IQBAL LIBRARY**
UNIVERSITY OF KASHMIR
**HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN.**